مولانا عبید اللہ انور

وہ زندہ جاوید رہے گا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مرحوم کی ایک یادگار تقریر۔ جو انہوں نے ۲۱ اگست ۱۹۶۳ء کو احرار پارک دہلی دروازہ لاہور میں شاہ جی کی یاد میں منعقدہ ایک جلسہ میں کی۔

بزرگانِ محترم! آج عہد حاضر کے اس مرد جلیل کی یاد میں ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس مرد پاکباز کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جس کی درویشی و فقیری بوئے اسد الٰہی سے معطر تھی۔ خوئے سلمانیؓ و بوذریؓ جس پر ناز کرتی تھی، غیرت شبیریؓ جس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت جس کا اوڑھنا بچھونا تھی۔

جہاں تک سیدی و مولائی حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی یاد کا تعلق ہے میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جب تک عشق رسول کی روح موجود ہے۔ کتاب و سنت کی عزت و پر کٹ مرنے والے حیات ہیں، صحابہ کی عظمت کا نقش باقی ہے اور مسلمانوں کی رگوں میں اسلامی غیرت و حمیت کا خون دوڑ رہا ہے۔ بخاری کبھی نہیں مرسکتا، وہ زندہ رہے گا، زندۂ جاوید رہے گا۔

وہ اگرچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے اس کی صورت اگرچہ آنکھوں کے سامنے نہیں لیکن اس کے زمزمے آج بھی کانوں میں گونج گونج کر محبت رسول ﷺ اور عشق خداوندی کے سرمدی کیف سے قلب و روح کو تڑپانے میں مصروف ہیں۔ یہ احرار پارک کی فضا اور دہلی دروازے کے در و دیوار آج بھی اس کی داستان عشق رسول کے ورق الٹ رہے ہیں، یہ کوتوالی کے سامنے شہیدان ختم نبوت کے خون میں نہائے ہوئے ذرات آج بھی بخاری کی یاد میں تڑپ رہے ہیں۔ وہ منتظر ہیں کہ بخاری کے نام لیوا خدا کا نام لے کر اٹھیں اور محمد مصطفیٰ کے عشق سرمدی کا پھریرا فضائے آسمانی میں لہرادیں سامنے وطن بلڈنگ اور احاطہ عبد الرحیم کے در و دیوار چشم تصور کو ۱۹۲۷ء کے ہنگامہ خیز دور کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور ماضی کی یادیں بادلوں کی طرح اُمڈ اُمڈ کر دل و دماغ پر چھا رہی ہیں۔ لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشہ "راج پال" ناشر "رنگیلا رسول" کو قانون کے اصطلاحی سقم پر رہا کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں ہیجان برپا ہے۔ ناموس و رسالت کے پروانے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ مسٹر او گلوی نے دفعہ ۱۴۴ لگا کر مسلمانوں کی غیرت کا امتحان چاہا ہے۔ مدینے والے کی ختم المرسلینی کا پاسبان اپنے نانا کی عزت پر کٹ مرنے کا تہیہ کرکے میدان عمل میں آچکا ہے۔ بخاری کا عشق شباب پر ہے اور وہ شہادت کے راستہ میں سر ہتھیلی پر رکھ کر باطل کو للکار رہا ہے۔ مولانا احمد سعید اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ اسٹیج پر موجود ہیں۔ احاطے کے دروازہ پر پولیس کے مسلح دستے پہرہ دے رہے ہیں لیکن جذبۂ شوق شہادت سے سرشار، دین خداوندی کی تلوار بھی

حرکت میں ہے۔ وہ دیکھیے اسلام کی زبان بول رہی ہے۔

"آج آپ لوگ جناب فخر رسل محمد عربی ﷺ کے عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔" آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی کے دروازے پر اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ آئیں اور فرمایا ہم تمہاری مائیں ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ کفار نے ہمیں گالیاں دیں۔ ارے دیکھو! اُم المومنین دروازے پر تو نہیں کھڑی ہیں؟ تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ آج گنبدِ خضرا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ رہے ہیں خدیجہ و عائشہ پریشان ہیں تمہارے دلوں میں اُمہات المومنین کے لئے کوئی جگہ ہے؟

اُمہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ عائشہ پکارتی ہیں وہی جنہیں میرے میاں (رسول اللہ ﷺ) پیار سے حمیرا کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے رسول ﷺ کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔ سچے بیٹے ماں پر قربان ہو جایا کرتے ہیں"

آخر اس مجمع سے علم الدین اٹھا اور جنس ناموس کی حفاظت سے قانون قاصر تھا اس کی حفاظت علم الدین کے خنجر نے راجپال کی جان لیکر کی۔ اگرچہ اسے اپنی جان کی بازی بھی ہارنا پڑی مگر یہ بات دنیا پر واضح ہو گئی کہ مسلمان حضور سرور کائنات ﷺ کے ناموس کی حفاظت قانون سے نہیں بلکہ خون سے بھی کرتا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کی راہ میں جب قادیانی فرقے نے رخنے پیدا کرنے شروع کیے اور ایک اور تحریک نے سر اٹھایا تو اس وقت حق پرستوں کی جو صفیں اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہوئیں۔ شاہ جی قائد کی حیثیت سے اس میں پیش پیش تھے۔ اور آخر تک پیش پیش رہے۔ ہر قدم پر مشکلات آڑے آئیں، مصائب سے سامنا ہوا۔ آفات کی گھٹائیں اٹھیں۔ فرنگی اقتدار نے قدم قدم پر روڑے اٹکائے۔ قید و بند سے گزر کر دار و رسن تک بات جا پہنچی مگر عشق رسول کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ شیر نیستان ایک طرف انگریز سامراج پر بھرپور وار کرتا رہا تو دوسری طرف انگریز کی ذریت جو قادیانیت کے نام سے نشوونما پا رہی تھی اس کا تیا پانچہ کرنے میں مصروف رہا۔ چنانچہ شاہ جی نے فرمایا تھا

> "ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا جی نہیں۔۔۔ چوری کا حوصلہ بھی کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا اور جو اس مقدس امانت کی طرف انگلی اٹھائے گا میں اس کا ہاتھ قطع کر دوں گا۔ میں میاں (رسول اللہ ﷺ) کے سوا کسی کا نہیں۔ نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہیں کا ہوں۔ وہی میرے ہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو۔ میں ان کے حسن و جمال پر نہ مر مٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں"

آپ فرمایا کرتے تھے "مجھے ایک چیز سے محبت ہے اور وہ ہے قرآن۔ مجھے ایک چیز سے نفرت ہے اور وہ ہے انگریز"۔

اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جائیے۔ خود بولتی ہے میں محمد پر اتاری گئی ہوں۔ بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اس کو پڑھا کرو۔ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی طرح نہ سہی اقبال کی طرح ہی پڑھ لیا کرو۔ دیکھا اس نے قرآن میں ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ وہ تمہارے بت کدوں میں اللہ اکبر کی صدا ہے"

خود شاہ جی قرآن پڑھتے تو نہ صرف یہ کہ وہ خود لطف اندوز ہوتے بلکہ سننے والوں پر بھی سحر ہو جاتا۔ یوں محسوس ہونے لگتا کہ قرآن کا نزول ہو رہا ہے اور جذب و کیف میں انسان ہی نہیں فضا بھی جھوم رہی ہے۔ اثر کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم ہندو اور سکھ بھی شاہ جی کا قرآن سننے کے لئے آتے۔ اکثر ہندوؤں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ "شاہ جی تو رشیوں کی زبان بولتے ہیں"۔ سر سٹیفورڈ کرپس کی آمد پر مجلس احرار اسلام کا جو جلسہ اردو پارک دہلی میں ہوا تھا اور اس جلسے میں احرار رہنماؤں کے علاوہ دیگر قائدین ملت بھی شریک تھے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ الفاظ کہے تھے "اوقات کار سے فرصت کہاں تھی میں تو محض تھوڑا سا وقت نکال کر شاہ جی کا قرآن سننے آگیا ہوں"

انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ برملا فرماتے۔ میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں۔ "میرا ایک ہی نصب العین ہے۔ برطانوی سامراج کو کفنانا یا دفنانا"۔ بحمد للہ خدا نے شاہ جی کی یہ آرزو پوری کی اور وہ انگریزی سامراج کو اپنا پشتارہ اٹھا کر جاتے ہوئے دیکھ کر گئے اور انہوں نے مرزائیت کو بھی دم توڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ ان مردانِ حق کے گروہ میں سے ایک ایسے فرد تھے جن کا مقام بارگاہِ خداوندی میں بہت بلند تھا اور زمرۂ اولیاء میں وہ مقام محبوبیت پر فائز تھے۔ اس صدی کے محدثِ اعظم حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے آپ کو امیر شریعت کا خطاب دیا اور خود آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا گل شیر رحمتہ اللہ علیہ اسی پاداش میں شہید ہوئے۔ خود ہمارے حضرت شیخ التفسیر سیدی و مولائی حضرت مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ تو آپ پر جی جان سے فدا تھے۔ گھنٹوں آپ کا ذکر خیر کرتے اور یوں محسوس ہوتا کوئی عاشق صادق اپنے محبوب کی اداؤں کا ذکر چھیڑ کر کیف و سرور کی وسعتوں میں کھو گیا ہے آپ فرمایا کرتے تھے حکمت کے موتی بکھیرتے تو شہپر جبریل کے کان کترتے قرآن کے معانی بیان فرماتے تو مضامین کے انبار لگا دیتے۔ چنانچہ اسی سے متاثر ہو کر حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا "شاہ جی کی باتیں عطاء اللہی ہوتی ہیں"

محترم حضرات! بے شک، اسلام اقوامِ غیر کی تقلید میں کسی کا دن منانے کی کوئی تلقین اپنے ماننے والوں کو نہیں کرتا لیکن انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی یاد تازہ رکھنے کا ہمہ وقتی پروگرام اس کے پاس

ضرور موجود ہے اور جس کا اعلان نماز کی ہر رکعت میں

صراط الذین انعمت علیهم

کی روح پرور دعا سے ایک مسلمان ہر روز کرتا ہے۔ خداوند قدوس کا راہِ ہدایت کو انعام یافتہ لوگوں کی تابعداری کے ساتھ مخصوص کر دینا اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے کہ وہ انبیاء و صلحاء کے کارناموں کو زندہ و تابندہ رکھنے کا سبق امت مسلمہ کو دینا چاہتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ مسلمان نہ صرف بزرگانِ ملت کے تذکرے اور حرارت قلب و روح کا سامان مہیا کریں بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم بالجزم بھی اپنے اندر پیدا کریں۔ اصل میں اسلاف کی یاد منانے کا واحد اور بہترین طریق اسلام کے نزدیک ان کی راہ پر چلنا اور ان کے طریق کو زندہ رکھنا ہے۔ اس اعتبار سے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاہ جی کے نظریات، افکار اور خیالات کی نشر و اشاعت کی جائے۔ تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے وہ مشعل راہ بنیں۔ اور نشان منزل کا کام دیں اور خود مرحوم کے لئے اجر و ثواب کا موجب ہوں

من سن سنتہ حسنتہ فلہ اجرها واجر من عمل بها

یاد رکھیے جو قومیں بزرگوں کے طریق کو چھوڑ دیتی ہیں بندگان الٰہی کے راستے سے منہ موڑ لیتی ہیں، اسلام کے نقوش قدم سے بے نیاز ہوجاتی ہیں اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں کو دل و دماغ سے محو کر دیتی ہیں۔ وہ کبھی دیر تک زندہ نہیں رہ سکتیں اور صفحۂ ہستی سے یوں مٹ جایا کرتی ہیں جیسے کہ ان کا نشان ہی نہ تھا۔

''آخر میں احرار دوستوں سے میری گزارش ہے کہ وہ جماعت کو زندہ رکھیں۔ آخر اس کا ایک ماضی ہے اس کی ایک تاریخ ہے اور اس کے کارنامے ہیں۔ جماعت کا مرنا ایک تاریخ کا مرنا ہے، ایک عہد کی موت اور بزرگوں کے کارناموں کو موت کے سپرد کرنے کے مترادف ہے۔ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ شاہ جی نے فرمایا تھا۔

''خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے میں مجلس احرار کا علم بلند رکھوں گا۔ حتیٰ کہ جب میں مرجاؤں تو میری قبر پر بھی یہ سرخ پھریرا لہراتا رہے گا''

اللہ تعالیٰ شاہ جی کے مقامات بلند تر فرمائے۔ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ اور شاہ جی کی نسبی اولاد بھائی عطاء المنعم بخاری، عطا المحسن اور دیگر فرزندوں کو ان کا صحیح جانشین بنائے (ثم آمین)